کم عمری کی شادی، پاکستانی قوانین اور اسلامی تعلیمات کی روشنی میں تجزیاتی مطالعہ

Analytical Study of Early Marriage in the light Pakistani and Islamic Law

Dr. Muhammad Waris Ali
Asst. Pro. Department Of Islamic Studies, Lahore Garision Univeresity, Lahore
mwarisali@lgu.edu.pk
Dr. Haseeb Ahmad
Lecturer, Department Of Islamic Studies, Univeresity Of Gujrat

ABSTRACT

Marriage is the basic need to spread and survive the human being. There are some incidents of getting married in teen age in our country that is increasing curiosity among the masses. The question arises what does Islam guide in this regards. The objective of the study is to highlight the teachings of Islam about the marriage and guide the people. Pakistani laws about the early marriage have been discussed and analyzed with the references of Qur'an Hadith and Fiqh literature. Recommendations of the Islamic ideological counsel have also been discussed about early marriage. Analytical method of research has been adopted for this study. The study can be concluded in such a way that the early marriage is allowed but when the boy or girl comes to age he can accept or reject it. Further it is also note able that the Nikah can be held without Rukhsati in teen age.

Keywords: Early Marriage, Islamic Teachings, Pakistani Law, Jurisprudence

ابتدائیہ:

وحی کے نازل ہونے وقت بھی عرب کے ہاں یہ عام بات تھی کہ بچوں کی سن بلوغ کی عمر میں ان کے ولی ان کا عقد کر دیتے تھے البتہ عام طور پر رخصتی بالغ ہونے کے بعد ہوتی تھی لہذا شریعت نے بھی اس میں موجود حکمتوں کی وجہ سے اسے باقی رکھا البتہ اس میں مزید بہتری کے لیے یہ اضافہ کر دیا گیا ہے کہ بلوغت کے بعد اسی بچے اور بچی کو کم عمری کے نکاح کو برقرار رکھنے یا ختم کرنے کا اختیار دے دیا کیونکہ شعوری عمر کے بعد انسان اپنے مستقبل کی بہتری اور نقصان کو اچھے طریقے سے سمجھ سکتا ہے لہذا عمر بلوغت کے بعد لڑکا یا لڑکی اپنے کم عمری کے نکاح پر رضا مند نہ ہونے کی وجہ سے بچپن کے ہونے والے نکاح کو قائم رکھ سکتے ہیں یا ختم کر سکتے ہیں اور نکاح میں سرپرستی ایک قسم کی نگرانی ہے جس کو شریعت اسلام نے عورت کی حفاظت کی ضمانت کے طور پر مقرر کیا ہے کیونکہ نکاح سے عورت اپنی زندگی کا ایک بڑا حصہ

شروع کرتی ہے اور اسلام نے اس ولایت کے احکام کی تعیین کے وقت اس بات کا لحاظ رکھا ہے کہ اس ولایت کی بنیاد عورت پر شفقت اور اس کی مدد پر ہونی چاہیئے۔

حنفی فقہاء کے نزدیک نابالغ لڑکے یا لڑکی کا عقد ہو جاتا ہے لیکن لڑکے کے بلوغ کی علامت احتلام اور انزال ہے اور لڑکی کے بالغ ہونے کی علامت احتلام، حیض اور حمل ہے۔ اگر ان دونوں میں سے کوئی علامت بھی نہ پائی جائے تو ان دونوں کو پندرہ سال کی عمر میں بالغ سمجھا جائے گا اسی قول پر فتوی ہے۔ پندرہ برس کی عمر امام ابو یوسف اور امام محمد کے قول کے مطابق ہے اور آئمہ ثلاثہ کا بھی یہی مؤقف ہے اور امام اعظم ابو حنیفہ کے نزدیک لڑکے کے لئے اٹھارہ برس اور لڑکی کے لئے سترہ برس بلوغت کا معیار ہے جمہور کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر کی عمر جنگ احد میں چودہ سال تھی وہ جہاد کے لئے آئے، تو آپ نے قبول نہیں کیا اور ایک سال بعد پندرہ سال کی عمر میں جنگ خندق میں پیش ہوئے تو آپ نے قبول فرمالیا اور لڑکے کی بلوغ کے لئے کم از کم عمر بارہ سال ہے اور لڑکی کی نو برس، تو ان کے دعوی کو مان لیا جائے گا۔ (1)

نابالغ بچے یا بچی کا نکاح میں قرآن کی تعلیمات:

اگرچہ دور مصطفوی میں کم سنی کا نکاح مروج تھا، تاہم رخصتی اسی وقت ہوتی تھی جب عورت بالغہ ہو جاتی تھی۔ پھر بعض مرتبہ ایسا بھی ہوتا کہ رخصتی سے پہلے ہی طلاق کی ہو جاتی۔ ایسی ہی کیفیت کے متعلق اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ :

﴿وَإِن طَلَّقْتُمُوهُنَّ مِن قَبْلِ أَن تَمَسُّوهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ﴾ (2)

اور اگر تم اپنی ایسی ازواج کو طلاق دو، جن سے تم نے صحبت نہ کی ہو اور حق مہر مقرر کر چکے ہو، تو مقررہ رقم کا آدھا دینا ہوگا۔

اب دیکھیئے کہ اگر جوان مرد اور جوان عورت کا نکاح اور ساتھ ہی ساتھ رخصتی بھی کر دی جائے تو کیا ایسی صورت پیدا ہو سکتی ہے کہ شادی کی رات صحبت کرنے سے پہلے ہی طلاق ہو جائے؟ لیکن اس کے باوجود صحبت سے پہلے طلاق کا واقع ہونا ایک ایسی حقیقت ہے، جسے قرآن نے بطور حقیقت مان کر ایسی صورت میں حق مہر ادا کرنے کے متعلق فیصلہ بھی دے دیا ہے۔ ایسی طلاق کی صورت ہمارے خیال میں اس کے علاوہ اور کچھ نہیں ہو سکتی کہ نکاح تو بچپن میں ہو چکا ہو لیکن رخصتی کو بلوغت تک کے لیے روک دیا گیا ہو۔ اس وقفہ کے دوران خاندانی دشمنیوں یا دوسرے جھگڑوں کی وجہ سے لڑکے کو طلاق دینے کے لیے مجبور کیا جائے یا وہ خود اسی وجہ سے یا ناپسندیدگی کی بناء پر طلاق دے دے۔ گویا

(1) علاء الدین حصکفی، در مختار مع رد المحتار، ج۵، ص۹۷

(2) البقرہ237:2

ہمارے نزدیک قرآن کا صحبت سے پہلے طلاق کی حقیقت کو تسلیم کرلینا ہی بچپن کے نکاح کے جواز کی دلیل ہے اور کم سن بچی، جو بلوغت کی عمر کو نہ پہنچی ہو، باپ اس کا نکاح کر سکتا ہے۔اس پر قرآن و حدیث اور اجماع امت دلیل ہے۔

فرمانِ الٰہی ہے :

﴿وَاللَّائِي يَئِسْنَ مِنَ الْمَحِيضِ مِنْ نِسَائِكُمْ إِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلَاثَةُ أَشْهُرٍ وَاللَّائِي لَمْ يَحِضْنَ وَأُولَاتُ الْأَحْمَالِ أَجَلُهُنَّ أَنْ يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ﴾ [1]

اگر تمہیں شبہ ہو کہ وہ عورتیں، جو حیض سے مایوس ہو گئیں اور جنہیں ابھی تک حیض نہیں آیا(ان کی عدت ہے یا نہیں؟تو جان لو کہ)ان کی عدت تین ماہ ہے نیز حاملہ کی عدت وضع حمل ہے۔

آیت مبارکہ میں تین قسم کی عورتوں کا ذکر ہے۔1 وہ عمر رسیدہ عورتیں، جو عمرِ یاس کو پہنچ چکی ہیں اور انہیں حیض آنا بند ہو گیا ہے۔2 وہ نابالغ بچیاں، جنہیں حیض شروع نہیں ہوا۔3 حاملہ خواتین۔

ان تینوں قسم کی عورتوں کی عدتِ طلاق بیان کی گئی ہے۔وہ تین مہینے ہے۔البتہ حاملہ کی عدت وضعِ حمل ہے۔ثابت ہوا کم سن بچیوں کا نکاح جائز ہے، ورنہ طلاق کی عدت بیان کرنے کا کیا مطلب؟

اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس آیت سے نابالغ بچی کے نکاح کے جواز پر استدلال کرتے ہوئے یوں باب قائم کیا ہے۔"**بَابُ إِنْكَاحِ الرَّجُلِ وَلَدَهُ الصِّغَارَ** "[2] باپ کا اپنے نابالغ بچوں اور بچیوں کے نکاح کر دینے کا بیان۔

چنانچہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ ترجمۃ الباب کے متعلق لکھتے ہیں :

"وَلَدَه، ...أَنَّهُ اسْمُ جِنْسٍ وَّهو أَعَمُّ مِنَ الذُّكُورِ وَالْإِنَاثِ قَوْله، لِقَوْلِ الله تَعَالٰى(وَاللَّائِي لَمْ يَحِضْنَ) فَجَعَلَ عِدَّتَها ثَلَاثَةَ أَشْهرٍ قَبْلَ الْبُلُوغِ أَيْ فَدَلَّ عَلٰى أَنَّ نِكَاحها قَبْلَ الْبُلُوغِ جَائِزٌ وَّهو اسْتِنْبَاطٌ حَسَنٌ لّٰكِنْ لَّيْسَ فِي الْآية تَخْصِيصُ ذَالِکَ بِالْوَالِدِ وَلَا بِالْبِكْرِ وَيُمْكِنُ أَنْ يُّقَالَ الْأَصْلُ فِي الْأَبْضَاعِ التَّحْرِيمُ إِلَّا مَا دَلَّ عَلَيه الدَّلِيلُ وَقَدْ وَرَدَ حَدِيثُ عَائِشَةَ فِي تَزْوِيجِ أَبِي بَكْرٍ لها وَهي دُونَ الْبُلُوغِ فَبَقِيَ مَا عَدَاهُ عَلَى الْأَصْلِ وَلهذا السِّرِّ أَوْرَدَ حَدِيثَ عَائِشة"[3]

---

(1)الطلاق4:65

(2)بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، رقم الحدیث5133

(3)عسقلانی، احمد بن علی بن حجر، فتح الباری، دار المعرفہ، بیروت، لبنان1379ھ، ج9، ص190

لفظِ ولد جنس ہے، مذکر و مؤنث دونوں اس میں شامل ہیں۔امام بخاری رحمہ اللہ کے اس قول کی بنیاد اللہ تعالیٰ کا قول ہے: '(وَ الّٰٓئِي لَمۡ يَحِضۡنَ) میں اللہ تعالیٰ نے نابالغ کی عدت تین ماہ بتائی ہے۔یہ بات اس چیز کی دلیل ہے کہ نابالغ کا نکاح کرانا جائز ہے اور یہ بہت اچھا استنباط ہے، لیکن آیت میں باپ یا باکرہ کی تخصیص نہیں ہے۔یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ نکاح میں اصل حرمت ہے مگر یہ کہ جس کی دلیل مل جائے۔حدیث میں وارد ہوا ہے کہ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا نکاح کیا جب کہ آپ رضی اللہ عنہا ابھی بالغ نہ ہوئی تھیں، لہٰذا نابالغ بچی کے علاوہ باقی اپنی اصل (حرمت) پر رہیں۔لہذا امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کا ذکر کرنے میں یہی راز لگتا ہے۔

اور ایک دوسرے مقام پر علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"يَجُوزُ تَزْوِيجُ الصَّغِيرَةِ بِالْكَبِيرِ إِجْمَاعًا وَلَوْ كَانَتْ فِي الْمَهْدِ لَكِنْ لَا يُمَكَّنُ مِنْهَا حَتَّى تَصْلُحَ لِلْوَطْءِ"(1)

نابالغ بچی کا بالغ مرد سے نکاح بالاجماع جائز ہے، اگرچہ وہ ابھی پنگھوڑے میں ہی ہو، لیکن رخصتی اس وقت کی جائے، جب صحبت کے قابل ہو جائے۔

چنانچہ علامہ ابن ہمام لکھتے ہیں :

"وَيَجُوزُ نِكَاحُ الصَّغِيرِ وَالصَّغِيرَةِ إِذَا زَوَّجَهُما الْوَلِيُّ لِقَوْلِهِ تَعَالَى (وَاللَّائِي لَمْ يَحِضْنَ) فَأَثْبَتَ الْعِدَّةَ لِلصَّغِيرَةِ وَهو فَرْعُ تَصَوُّرِ نِكَاحها شَرْعًا... وَتَزْوِيجُ أَبِي بَكْرٍ عَائِشَةَ رَضِيَ الله عَنهمَا وَهي بِنْتُ سِتٍّ نَصٌّ قَرِيبٌ مِّنَ الْمُتَوَاتِرِ"(2)

ولی کا نابالغ بچے اور بچی کا نکاح کرنا جائز ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے (وَ الّٰٓئِي لَمۡ يَحِضۡنَ (الطلاق: ٤) اس میں نابالغ بچی کی عدتِ طلاق، جو نکاح کے بعد ہی ہوتی ہے، بیان کر دی گئی ہے۔حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہ کا نکاح چھ برس کی عمر میں کر دینا، نابالغ بچی کے نکاح کے جواز میں واضح نص ہے جو درجہ تواتر کے قریب ہے۔

---

(1) ایضاً،ج9،ص124

(2) ابن ہمام، کمال الدین محمد بن عبد الواحد (م861ھ)، فتح القدیر، دار الفکر، دمشق، س-ن، ج3، ص274

نابالغ کا نکاح حدیث کی روشنی میں:

نابالغ/نابالغہ کے نکاح کا ثبوت درج ذیل حدیث مبارکہ سے بھی ملتاہے:

حضرت ہشام اپنے باپ سے اور وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہاسے روایت کرتے ہیں کہ آپ فرماتی ہیں:

"تَزَوَّجَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا بِنْتُ سِتِّ سِنِينَ، فَقَدِمْنَا المدِينَةَ فَنَزَلْنَا فِي بَنِي الحَارِثِ بْنِ خَزْرَجٍ، فَوُعِكْتُ فَتَمَرَّقَ شَعَرِي، فَوَفَى جُمَيْمَةً فَأَتَتْنِي أُمِّي أُمُّ رُومَانَ، وَإِنِّي لَفِي أُرْجُوحَةٍ، وَمَعِي صَوَاحِبُ لِي، فَصَرَخَتْ بِي فَأَتَيْتُهَا، لاَ أَدْرِي مَا تُرِيدُ بِي فَأَخَذَتْ بِيَدِي حَتَّى أَوْقَفَتْنِي عَلَى بَابِ الدَّارِ، وَإِنِّي لَأُنْهِجُ حَتَّى سَكَنَ بَعْضُ نَفَسِي، ثُمَّ أَخَذَتْ شَيْئًا مِنْ مَاءٍ فَمَسَحَتْ بِهِ وَجْهِي وَرَأْسِي، ثُمَّ أَدْخَلَتْنِي الدَّارَ، فَإِذَا نِسْوَةٌ مِنَ الأَنْصَارِ فِي البَيْتِ، فَقُلْنَ عَلَى الخَيْرِ وَالبَرَكَةِ، وَعَلَى خَيْرِ طَائِرٍ، فَأَسْلَمَتْنِي إِلَيْهِنَّ، فَأَصْلَحْنَ مِنْ شَأْنِي، فَلَمْ يَرُعْنِي إِلَّا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضُحًى، فَأَسْلَمَتْنِي إِلَيْهِ، وَأَنَا يَوْمَئِذٍ بِنْتُ تِسْعِ سِنِينَ"[(1)]

نبی پاک ﷺ نے مجھ سے نکاح کیاتواس وقت میری عمر چھ برس تھی، پھر جب ہم مدینہ آئے اور بنی حارث بن خزرج کے ہاں ٹھہرے، تو مجھے وہاں بخار ہو گیااور اس وجہ سے میرے بال سر سے گر گئے پھر جب کندھوں تک دوبارہ لمبے ہوئے تو میری والدہ ام رومان میرے پاس آئیں میں اس وقت اپنی سہیلیوں کیساتھ کھیل رہی تھی، میری والدہ نے مجھے زوردار آواز دے کر بلایا میں ان کے پاس آئی مجھے نہیں معلوم انہوں نے مجھے کیوں بلایا تھا، میری والدہ نے میرا ہاتھ پکڑااور گھر کے دروازے پر لے گئیں، میرا سانس اس وقت پھولا ہوا تھا، جب میرا سانس بحال ہوا تو پانی سے میرا سر اور چہرہ دھویا، پھر مجھے ایک گھر میں لے گئیں جہاں انصار کی کچھ خواتین پہلے سے ہی موجود تھی، انہوں نے میرے بارے میں دعائیہ کلمات کہے، اور میری والدہ نے مجھے ان کے حوالے کر دیا، انہوں نے میرا بناؤ سنگھار کیا، مجھے کسی بات کا علم ہی نہیں تھا کہ چاشت کے وقت اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم آئے اور میری والدہ نے مجھے آپ کے ساتھ رخصت کر دیااور میری عمراس وقت نو برس تھی۔

اس میں اللہ کے نبی ﷺ کی عائشہ رضی اللہ عنہا کیساتھ 9 برس کی عمر میں شادی کوئی تعجب والی بات نہیں ہے کیونکہ یہ بات تسلیم شدہ ہے کہ آب وہوااور نسل کے اثرات کی وجہ سے لڑکیوں کے بالغ ہونے کی عمر ہر علاقے اور جگہ

(1) محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، کتاب المناقب، رقم 3894

کی الگ ہوتی ہے، چنانچہ گرم خطوں میں بچیاں جلدی بالغ ہو جاتی ہیں اور شمالی یا جنوبی قطبی علاقوں میں بچیاں بعض اوقات 21 برس کی عمر میں بلوغت کو پہنچتی ہیں۔

اس کی وضاحت کرتے ہوئے علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"وَأَجْمَعَ الْمُسْلِمُونَ عَلَى جَوَازِ تزويجه بنته الْبِكْرَ الصَّغِيرَةَ لِهَذَا الْحَدِيثِ"(1)

اس حدیث کی روشنی میں مسلمانوں کا اجماع ہے کہ نابالغ کی شادی کرنا جائز ہے۔

علامہ علی بن ابو بکر مرغینانی رحمۃ اللہ علیہ ہدایہ میں لکھتے ہیں:

"ويجوز نكاح الصغير والصغيرة إذا زوجهما الولي بكرا كانت الصغيرة أو ثيبا"(2)

اور صغیر اور صغیرہ کا نکاح جائز ہو گا جب ان کا نکاح ان کے ولی نے کیا ہو خواہ (صغیر اور صغیرہ) باکرہ ہو یا ثیبہ۔

احناف کے نزدیک نابالغ لڑکے لڑکیوں کا نکاح جائز ہے، البتہ اگر باپ کی لاپرواہی، حماقت یا لالچ ثابت ہو جائے تو نکاح نہیں ہو گا۔ بالغ ہونے پر لڑکی جہاں چاہے اپنی مرضی سے شادی کر سکتی ہے۔

اور علامہ علی بن ابی بکر مرغینانی ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں:

"قال: فإن زوجهما الأب أو الجد " يعني الصغير والصغيرة " فلا خيار لهما بعد بلوغهما لأنهما كاملا الرأي وافرا الشفقة فيلزم العقد بمباشرتهما كما إذا باشراه برضاهما بعد البلوغ وإن زوجهما غير الأب والجد فلكل واحد منهما الخيار إذا بلغ إن شاء اقام على النكاح وإن شاء فسخ " وهذا عند أبي حنيفة ومحمد رحمهما الله"(3)

کہا: اگر ان دونوں کا نکاح باپ یا دادا نے کیا یعنی نابالغ بچے یا بچی کا تو ان دونوں کے بالغ ہونے کے بعد نکاح فسخ کرنے کا اختیار نہیں کیونکہ باپ اور دادا مکمل فہم و فراست والے ہوتے ہیں اور زیادہ شفقت والے ہوتے ہیں لہٰذا عقد ان دونوں کے معاملات طے کرنے سے منعقد ہو جائے گا گویا کہ یہ نکاح کا عقد ان دونوں نے ان کی بلوغت کے بعد ان دونوں کی رضامندی سے طے کیا ہو اور اگر باپ اور دادا کے علاوہ کسی اور نے کیا تو ان

(1) نووی، أبوزکریا محیي الدین یحیی بن شرف النووي (1392ھ)، شرح النووی علی مسلم، داراحیاء التراث العربی، بیروت، لبنان، ج9، ص205

(2) علی بن ابی بکر، ہدایہ، ج2، ص193

(3) مرغینانی، علی بن ابی بکر، ہدایہ، ج1، ص193

دونوں (لڑکی/لڑکے) کو بلوغت کے بعد فسخ نکاح کا اختیار حاصل ہوگا اگر چاہیں تو ان کا کیا ہوا نکاح قائم رکھیں اور اگر چاہیں تو نکاح فسخ کر دیں یہ رائے امام ابو حنیفہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہما کی ہے۔

نابالغ بچوں کی شادی کرانے کا اختیار:

اس بارے میں فقہاء کرام کی مختلف آراء ہیں جو کہ درج ذیل ہیں:

فقہاء احناف کی آراء:

عصبات میں سے باپ اور دادا کے علاوہ دوسرے افراد کو بھی نابالغ لڑکے اور نابالغ لڑکی کے نکاح کا اختیار حاصل ہے چنانچہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا فِي الْيَتَامَىٰ﴾ (1)

اور اگر تمہیں خوف ہو کہ یتیموں کے متعلق تم انصاف نہیں کر سکو گے۔

یعنی یتیموں کے ساتھ نکاح کرنے کے متعلق تمہیں بے انصافی کا خوف ہو۔ چنانچہ آیت کریمہ میں اولیاء کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ یتیموں کی شادی کروائیں۔ ایک روایت کے مطابق امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے عصبات کے علاوہ "ذوی الارحام" کو بھی اجازت دی ہے کہ وہ یتیموں کی شادی کروا سکتے ہیں جیسے ماں، بہن، خالہ، بشرطیکہ عصبات میں سے کوئی موجود نہ ہو۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل آیت کریمہ کا عموم وَأَنكِحُوا الْأَيَامَىٰ مِنكُمْ وَالصَّالِحِينَ (2) اس آیت میں عصبات و غیر عصبات میں کوئی فرق نہیں کیا گیا۔

جبکہ علامہ محمد بن علی بن محمد علاء الدین حصکفیؒ نے الدر المختار میں لکھا ہے:

"لم يعرف منهما سوء الاختيار مجانة و فسقًا و ان عرف لا يصح النكاح اتفاقًا." (3)

ان دونوں کا سوء اختیار لاپروائی اور فسق کی وجہ معروف نہ ہو اور اگر معروف ہو تو بالاتفاق نکاح ٹھیک نہیں ہوگا۔

فقہاء مزید وضاحت فرماتے ہیں:

"أن المراد بالأب من ليس بسكران ولا عرف بسوء الاختيار." (1)

---

(1) النساء 3:4

(2) النور 32:24

(3) حصکفی، الدر المختار، ج 3، ص 66، 67

باپ سے مراد وہ جو نشہ میں بھی نہ ہو اور جو غلط فیصلہ کرنے والا بھی نہ ہو۔

بالغ ہونے کے بعد لڑکی کو حق ہوتا ہے کہ وہ نابالغ عمر میں کئے ہوئے نکاح کا انکار کر دے اور اپنی مرضی سے کہیں اور نکاح کر لے۔ فتاوی عالمگیری میں ہے:

"واذا أدركت بالحيض لا بأس بأن تختار نفسها مع رؤية الدم."(2)

اگر لڑکی حیض کے ذریعے بالغ ہوئی تو خون دیکھتے ہی اسے اختیار حاصل ہو گیا(خواہ بچپن کے نکاح کو برقرار رکھے یا رد کر دے۔)

فقہاء مالکیہ کی آراء:

"باپ، باپ کے وصی یا حاکم کے علاوہ کسی اور کو نابالغ کی شادی کروانے کا اختیار حاصل نہیں، کیونکہ باپ میں اولاد کی بھرپور شفقت ہوتی ہے، حاکم وقت اور باپ کا وصی بھی باپ کے حکم میں ہے، کیونکہ ان کے علاوہ اور لوگوں کو نابالغوں کے مال میں اس قدر مشفقانہ نظر حاصل نہیں ہوتی، جس قدر انہیں حاصل ہوتی ہے۔"(3)

نیز آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

"تستأمر اليتيمة في نفسها، وإن سكتت فهو إذنها، وإن أبت فلا جواز عليها-"(4)

یتیم لڑکی سے اس کے نکاح کے متعلق اجازت لی جائے، اگر خاموش رہے تو یہ اس کی اجازت ہو گی اور اگر انکار کر دے تو اس پر اختیار چلانے کا کوئی راستہ نہیں۔

وروي عن ابن عمر أن قدامة ابن مظعون زوج ابن عمر ابنة أخيه عثمان، فرفع ذلك إلى النبي صلّى الله عليه وسلم فقال: "إنها يتيمة ولا تُنكح إلا بإذنها-"(5)

(1) ابن عابدین شامی، ردالمحتار، ج3، ص67

(2) فتاوی ہندیہ، ج1، ص286

(3) احمد بن محمد بن احمد، (2007ء) الشرح الصغیر، دارالمعارف، بیروت، ج2، ص303

(4) سلیمان بن اشعث، سنن ابی داؤد، کتاب النکاح، رقم 2093

(5) ابوالحسن علی بن عمر، سنن دارقطنی، کتاب النکاح، رقم 3547

ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضرت قدامہ بن مظعون رضی اللہ عنہ نے اپنے بھائی عثمان رضی اللہ عنہ کی بیٹی کا نکاح ابن عمر رضی اللہ عنہ سے کروادیا، یہ معاملہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے جایا گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ لڑکی یتیم ہے اور یتیم لڑکی کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر نہیں کیا جائے گا۔

"واليتيمة: هي الصغيرة التي مات أبوها -"(1)

یتیم لڑکی وہ ہوتی ہے جس کی نابالغی میں اس کا والد وفات پا جائے۔

چنانچہ حدیث مبارکہ میں ہے:

"لا يُتْم بعد احتلام-"(2)

بالغ ہو جانے کے بعد یتیمی نہیں رہتی۔

حدیث اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ نابالغ کی شادی کروانے کا اختیار صرف باپ کو حاصل ہے۔

مالکیہ نے باپ کے لیے جائز قرار دیا ہے کہ وہ نابالغ لڑکی کی شادی کرواسکتا ہے اگرچہ بغیر مہر کے ہی کیوں نہ ہو، اگرچہ خاوند لڑکی کے معیار سے کمتر ہو یا بدصورت ہو، جو یتیم لڑکی دس سال کی عمر کو پہنچ چکی ہو تو اس کا ولی قاضی سے مشورہ لینے کے بعد اس سے شادی کر سکتا ہے، قاضی سے مشورہ لینا اس لیے شرط ہے تا کہ یتیم لڑکی کی شادی کفو سے ہو اور مہر مثل رکھا جائے۔

فقہاء شوافع کی آراء:

باپ دادا کے علاوہ کسی اور کو نابالغوں کی شادی کروانے کا اختیار حاصل نہیں ہے، ان کی دلیل دار قطنی کی روایت ہے کہ:

"الثيب أحق بنفسها من وليها، والبكر يزوجها أبوها-"(3)

شوہر دیدہ عورت اپنے نفس کی (نکاح) کے بارے میں اپنے ولی سے زیادہ اختیار رکھتی ہے اور کنواری لڑکی کی شادی اس کا باپ کروائے۔

(1) وھبہ زحیلی، الفقہ الاسلامی وادلتہ، ج5، ص168

(2) سلیمان بن اشعث، سنن ابی داؤد، کتاب الوصایا، رقم 2873

(3) سنن دار قطنی، کتاب النکاح، رقم 3582

مسلم کی روایت میں ہے کہ :"والبکر یستأمرھا أبوھا"[1]
کنواری لڑکی سے اس کا باپ اجازت لے۔

"اور دادا باپ کے حکم میں ہے، کیونکہ اسے بھی باپ کی طرح ولایت حاصل ہوتی ہے۔یعنی اگر باپ نہ ہو تو دادا کنواری لڑکی کی شادی کروائے۔"[2]

فقہاء حنابلہ کا موقف:

علامہ ابن قدامہ حنبلی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"قَالَ ابْنُ الْمُنْذِرِ أَجْمَعَ كُلُّ مَنْ نَحْفَظُ عَنْهُ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ، أَنَّ نِكَاحَ الْأَبِ ابْنَتَهُ الْبِكْرَ الصَّغِيرَةَ جَائِزٌ، إذَا زَوَّجَهَا مِنْ كُفْءٍ، وَيَجُوزُ لَهُ تَزْوِيجُهَا مَعَ كَرَاهِيَتِهَا وَامْتِنَاعِهَا. وَقَدْ دَلَّ عَلَى جَوَازِ تَزْوِيجِ الصَّغِيرَةِ قَوْلُ اللَّهِ تَعَالَى: {وَاللائِي يَئِسْنَ مِنَ الْمَحِيضِ مِنْ نِسَائِكُمْ إِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلاثَةُ أَشْهُرٍ وَاللائِي لَمْ يَحِضْنَ} [الطلاق: 4] فَجَعَلَ لِلَّائِي لَمْ يَحِضْنَ عِدَّةَ ثَلَاثَةِ أَشْهُرٍ، وَلَا تَكُونُ الْعِدَّةُ ثَلَاثَةَ أَشْهُرٍ إلَّا مِنْ طَلَاقٍ فِي نِكَاحٍ أَوْ فَسْخٍ، فَدَلَّ ذَلِكَ عَلَى أَنَّهَا تُزَوَّجُ وَتَطْلُقُ، وَلَا إذْنَ لَهَا فَيُعْتَبَرُوَقَالَتْ عَائِشَةُ - رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا -: «تَزَوَّجَنِي النَّبِيُّ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - وَأَنَا ابْنَةُ سِتٍّ، وَبَنَى بِي وَأَنَا ابْنَةُ تِسْعٍ» . مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَمَعْلُومٌ أَنَّهَا لَمْ تَكُنْ فِي تِلْكَ الْحَالِ مِمَّنْ يُعْتَبَرُ إذْنُهَا."[3]

ابن منذر نے کہا کہ اہل علم کا اجماع ہے کہ باپ کا اپنی نابالغ بچی کا نکاح کرنا جائز ہے جب باپ نے اس کا نکاح کفو میں کیا ہو اور باپ کے لیے بچی کے روکنے اور ناپسندیدگی کا اظہار کرنے باوجود نکاح کرنا جائز ہے۔اور نابالغ بچی کے نکاح کے جواز پر اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان دلالت کرتا ہے کہ: اگر تمہیں شبہ ہو کہ وہ عورتیں، جو حیض سے مایوس ہو گئیں اور جنہیں ابھی تک حیض نہیں آیا(ان کی عدت ہے یا نہیں؟ تو جان لو کہ)ان کی عدت تین ماہ ہے۔تو گویا جنہیں حیض نہیں آتا(نابالغ ہونے کی وجہ سے)ان کی عدت تین ماہ ہے اور تین ماہ عدت کا مقرر ہونا یا تو نکاح میں طلاق کی

(1)القشیری،ابوالحسن مسلم بن الحجاج،(1431ھ) صحیح مسلم،دار الکتاب العربی،بیروت،رقم 1421

(2)شربینی،محمد خطیب،(1994ء)مغنی المحتاج،مطبع البابی حلبی،مصر،149/3

(3)ابن قدامہ مقدسی،عبداللہ بن احمد،(1388ھ)المغنی،مکتبہ القاہرہ،مصر،ج7،ص40

صورت میں ہو گا یا فسخ نکاح کی صورت میں۔ تو یہ آیت کریمہ اس بات کی شاہد ہے کہ نابالغہ کا نکاح ہوا پھر طلاق ہوئی اور اس میں بچی کے اذن کا اعتبار نہیں کیا گیا۔ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہے کہ : نبی کریم ﷺ نے مجھ سے شادی کہ جبکہ میں چھ سال کی بچی تھی اور میری رخصتی ہوئی جبکہ میں 9 سال کی تھی اس سے معلوم ہوا کہ وہ بچی اس صورتحال میں اس قابل نہیں ہوتی کہ اس کے اذن کا اعتبار کیا جائے۔

خلاصہ: مالکیہ کہتے ہیں قیاس کی رو سے نابالغوں کی شادی کروانا جائز نہیں ہاں البتہ باپ کے متعلق آثار مروی ہیں کہ وہ نابالغ اولاد کی شادی کروا سکتا ہے تاہم باپ کے علاوہ باقی اولیاء علی حسب قیاس رہیں گے۔ حنابلہ کی رائے ہے کہ احادیث میں صرف باپ کا حکم وارد ہوا ہے، شوافع نے مختلف احادیث سے استدلال کیا ہے لیکن انہوں نے دادا کو باپ پر قیاس کیا ہے۔ احناف نے آیات کے عموم سے استدلال کیا ہے جن میں اولیاء کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ یتیموں کی شادی کروائیں۔

امام ابو یوسف اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہما نے نابالغوں کی شادی کے متعلق یہ شرط عائد کی ہے کہ ان کی شادی کفو سے کروائی جائے اور مہر مثل رکھا جائے۔

شوافع نے نابالغ کی شادی میں مصلحت کی شرط لگائی ہے جبکہ اگر باپ نابالغ بچی یا بڑی لڑکی کی شادی اس کی اجازت کے بغیر کروائے تو یہ شادی صحیح ہونے کے لیے سات شرطیں عائد کی ہیں:

1۔ باپ اور لڑکی کے درمیان کوئی عداوت نہ ہو۔ 2۔ کفو کے ساتھ اس کی شادی کروائے۔

3۔ مہر مثل رکھے۔ 4۔ مہر مثل شہر کی مروجہ کرنسی میں ہو۔

5۔ خاوند مہر ادا کرنے سے قاصر اور تنگدست نہ ہو۔ 6۔ ایسے مرد کے ساتھ شادی نہ کروائے جس کی معاشرت سے منکوحہ کو اذیت پہنچتی ہو جیسے نابینا اور بوڑھا شخص۔ 7۔ عورت پر حج واجب نہ ہو کیونکہ خاوند کی وجہ سے حج مؤخر ہو سکتا ہے۔[1]

اجماعِ امت کے اور فقہاء کرام کے اقوال آراء سے یہ بات ثابت ہوتی ہے نابالغ / بابالغہ کا نکاح کیا جا سکتا ہے اور اگر کوئی یہ کہے کہ نکاح کا مقصود طبعی طور پر یہ ہے کہ بیوی سے شہوت پوری کی جائے اور اولاد پیدا کی جائے۔ نابالغ بچی کے ساتھ نکاح میں یہ دونوں چیزیں مفقود ہیں، تو نکاح کا کیا فائدہ؟ ہم کہتے ہیں نابالغ بچی سے نکاح کو شریعت نے جائز قرار دیا ہے، ایک وقت کے بعد اس نکاح کے طبعی فوائد حاصل ہو جائیں گے، ضروری نہیں کہ نکاح کے فوائد اسی وقت حاصل

(1) وھبہ زحیلی، الفقہ الاسلامی وادلتہ، ج5، ص168-169

ہوں، بہر صورت نکاح کارِ خیر ہے۔ عقل و نقل اس کی تائید کرتی ہے کہ مجامعت اس وقت کی جائے گی، جب وہ اس کی اہل ہو جائے۔ شریعت نے تو قبل از بلوغ نکاح کا جواز فراہم کیا ہے۔

نابالغ/نابالغہ کے نکاح کے حوالہ سے عائلی قوانین:

(Child Marraige Restraint,Act1929)

(ایکٹ 19 مجریہ 1929)

تمہید (Preamble):

ہر گاہ کہ بچگانہ شادی پر پابندی عائد کرنا قرین مصلحت ہے لہٰذا مندرجہ ذیل قانون نافذ کیا جاتا ہے:

ابتدائیہ (Preliminary)

دفعہ 1۔ مختصر عنوان، وسعت اور ابتداء (Short title, extent and commencement):

(1) یہ ایکٹ بندش بچگانہ شادی ایکٹ، 1929 کہلائے گا۔

(2) اس کا اطلاق پاکستان بھر میں اور پاکستان کے تمام شہریوں پر خواہ وہ کہیں بھی ہوں، ہو گا۔

(3) یہ حکم اپریل 1930ء سے نافذ العمل ہو گا۔

پنجاب کی ترمیم: متذکرہ قانون کی دفعہ 1 میں، ذیلی دفعہ (2) میں، لفظ "پاکستان" کو لفظ "پنجاب" سے تبدیل کیا جائے گا۔[1]

دفعہ 2۔ تعریفات (Definitions):

اس ایکٹ میں بجز اس کے کہ کوئی امر مضمون یا متن کے برعکس ہو:

(اے) بچہ (Child) سے مراد اگر مذکر ہو تو اٹھارہ سال سے کم عمر اور اگر مونث ہو تو[2] سولہ سال سے کم عمر کا فرد ہے۔

(بی) بچگانہ شادی (Child Marriage) سے مراد ایسی شادی ہے جس میں فریقین میں سے کوئی فریق بچہ ہو۔

(1) بذریعہ پنجاب بندش بچگانہ شادی (ترمیمی) ایکٹ 2015 (XII آف 2015) بتاریخ 18 مارچ 2015 تبدیل ہوا۔ PLJ2015 پنجاب سٹیچو صفحہ نمبر 77۔

(2) بذریعہ آرڈیننس 8 مجریہ 1961 لفظ "چودہ" کی بجائے تبدیل کیا گیا

(سی)فریقین(Contracting Party)سے مراد کوئی فریق ہے جس کی شادی منعقد ہو چکی ہو یا ہونے والی ہو۔

(ڈی)نابالغ(Minor)سے مراد دونوں جنسوں میں سے ایک جنس کا فرد ہے جس کی عمر18سال سے کم ہو۔

(ای)یونین کونسل(Union Council)سے مراد بنیادی جمہوریت آرڈر(حکم صدر نمبر18مجریہ1950)کے تحت قائم کردہ وہ یونین کونسل، ٹاؤن کمیٹی یا یونین کمیٹی ہے جس کے دائرہ اختیار میں بچگانہ شادی منعقد ہو چکی ہو یا ہونے والی ہو۔

پنجاب کی ترمیم(Punjab Amendment)[1]: بندش بچگانہ شادی ایکٹ1929ء جیسا کہ وہ مسلم عائلی قوانین آرڈیننس، 1961کی دفعہ12کے تحت ترمیم شدہ ہے جہاں تک اس کا صوبہ پنجاب پر اطلاق کا تعلق ہے۔اس کی دفعہ2میں:

(1) شق(c)کے بعد آخر میں لفظ"اور"کا اضافہ کر دیا۔

(2)شق(d)کے آخر میں کوما(comma)کی بجائے فل سٹاپ(Fullstop)تبدیل کر دیا، اور(3)شق(e)حذف کر دی گئی۔

(پنجاب کی ترمیم[2] متذکرہ قانون کی دفعہ2، کو مندرجہ ذیل سے تبدیل کیا جائے گا:

2۔تعریفات۔اس قانون میں:

"بچہ"سے مراد وہ شخص ہے، اگر وہ نر ہے تو اٹھارہ سال سے کم عمر کا ہو، اور اگر مونث ہے تو، سولہ سال سے کم عمر کی ہو۔

(b) "بچوں کی شادی"سے مراد ایسی شادی ہے جس میں دونوں میں سے کوئی ایک بچہ ہو۔

(c) "حکومت"سے مراد حکومت پنجاب ہے۔

(d) "نابالغ"سے مراد کسی بھی جنس سے تعلق رکھنے والا اٹھارہ سال سے کم عمر کا شخص ہے۔

---

(1)تبدیل ہوا بذریعہ آرڈیننس نمبرXXVIIIآف1981۔

(2)بذریعہ پنجاب بندش بچگانہ شادی(ترمیمی)ایکٹ2015(XIIآف2015)بتاریخ18مارچ2015تبدیل ہوا۔PLJ2015پنجاب سٹیچو صفحہ نمبر77۔

(e) "یونین کونسل" سے مراد یونین کونسل، میونسپل کمیٹی، کنٹونمنٹ بورڈ، ایک یونین ایڈ منسٹریشن یا، ان کے نہ ہونے کی صورت میں، کوئی بھی ایسی باڈی جو لوکل گورنمنٹ یا لوکل اتھارٹیز سے متعلق قانون کے تحت وجود میں آئی ہو"۔)

دفعہ 3۔ مسلم عائلی قوانین آرڈیننس، 1961 کے تحت حذف کر دی گئی ہے۔

دفعہ 4۔ اٹھارہ سال سے زائد عمر کے بالغ مرد کو بچی کے ساتھ شادی کی سزا:

(Punishment for male adult above eighteen years of age marrying a child)

کوئی مرد جو اٹھارہ سال سے زائد عمر کا ہو اگر کسی بچی کے ساتھ شادی کرنے کا مرتکب ہو تو وہ ایک ماہ کی حد تک سزائے قید محض یا ایک ہزار روپیہ کی حد تک جرمانہ یا دونوں سزاؤں کا مستوجب ہو گا۔

(پنجاب کی ترمیم[1]: متذکرہ قانون کی دفعہ 4 کو مندرجہ ذیل سے تبدیل کیا جائے گا:

بچے سے شادی کی سزا۔ اگر ایک شخص، نابالغ نہ ہو، بچگانہ شادی عمل میں لاتا ہے، تو اُسے سزا دی جائے گی جو کہ چھ ماہ قید اور پچاس ہزار روپے جرمانہ تک ہو سکتی ہے۔")

دفعہ 5۔ بچگانہ شادی کی رسم ادا کرنیوالے کو سزا:

(Punishment for solemnizing a child marriage)

جو کوئی بچگانہ شادی کی رسم ادا کرے یا اس کا اہتمام کرے یا ایسا کرنے کی ہدایت کرے گا تو بجز اس کے کہ وہ ثابت کر سکے کہ اس کے پاس یہ یقین کرنے کی وجوہ موجود تھیں کہ ایسی شادی بچگانہ شادی نہیں تھی، وہ ایک ماہ کی حد تک سزائے قید محض یا ایک ہزار روپے کی حد تک جرمانہ یا دونوں سزاؤں کا مستوجب ہو گا۔

(پنجاب کی ترمیم:[2] متذکرہ قانون کی دفعہ 5 میں ذکر کردہ الفاظ "ایک ماہ یا جرمانہ جو ایک ہزار روپے تک ہو سکتا ہے، یا دونوں"، کو الفاظ "چھ ماہ اور پچاس ہزار روپے جرمانہ" سے تبدیل کیا جائے گا۔)

دفعہ 6۔ بچگانہ شادی میں متعلقہ والدین یا سرپرست کو سزا:

(Punishment for parent or guardian concerned in a child marriage)

(1) جب کوئی نابالغ بچگانہ شادی کا مرتکب ہو تو جو شخص بھی اس نابالغ کا سرپرست ہو گا خواہ والد ہو یا سرپرست یا کسی دیگر حیثیت سے خواہ قانونی طور پر غیر قانونی طور پر۔ اگر وہ شادی کا اہتمام کرنے یا منعقد ہونے کی اجازت

---

(1) بذریعہ پنجاب بندش بچگانہ شادی (ترمیمی) ایکٹ 2015 (XII آف 2015) بتاریخ 18 مارچ 2015 تبدیل ہوا۔ PLJ2015 پنجاب سٹیچو صفحہ نمبر 77۔

(2) بذریعہ پنجاب بندش بچگانہ شادی (ترمیمی) ایکٹ 2015 (XII آف 2015) بتاریخ 18 مارچ 2015 تبدیل ہوا۔ PLJ2015 پنجاب سٹیچو صفحہ نمبر 77۔

دینے یا لاپرواہی سے شادی کے انعقاد کو روکنے سے قاصر ہونے کے کسی فعل کا مرتکب ہو تو وہ ایک ماہ کی حد تک سزائے قید محض یا ایک ہزار روپیہ کی حد تک جرمانہ، یا دونوں سزاؤں کا مستوجب ہوگا:

بشرطیکہ کوئی عورت سزائے قید کی مستوجب نہ ہوگی۔

(2)اس دفعہ کے مقاصد کیلئے جب تک اس کے برعکس ثبوت مہیانہ کردیا جائے کہ نابالغ بچگانہ شادی کرنے کا مرتکب ہوا ہے تو یہ تصور کرلیا جائے گا کہ نابالغ کے سرپرست نے شادی کے انعقاد کو روکنے میں کوتاہی کی ہے۔

(پنجاب کی ترمیم[1]: متذکرہ قانون کی دفعہ 6 میں ذکر کردہ الفاظ "ایک ماہ یا جرمانہ جو ایک ہزار روپے تک ہو سکتا ہے، یا دونوں"، کو الفاظ "چھ ماہ اور پچاس ہزار روپے جرمانہ" سے تبدیل کیا جائے گا۔)

دفعہ 7۔دفعہ 3 کے تحت جرائم میں سزائے قید نہیں دی جائے گی:

(Imprisonment not to be awarded for offence under section3)

قطع نظر کسی امر کے جو جنرل کلازز ایکٹ 1979 کی دفعہ 25 یا تعزیرات پاکستان کی دفعہ 64 میں موجود ہو، دفعہ 3 کے تحت کسی جرم کے مرتکب کو سزا کا حکم صادر کرتے وقت کسی عدالت کو یہ ہدایت کرنے کا اختیار نہ ہوگا کہ عدم ادائیگی جرمانہ کی صورت میں وہ صرف سزائے قید بھگتے گا۔

دفعہ 8۔اس ایکٹ کے تحت دائرہ اختیار(Jurisdiction under this Act):

قطع نظر کسی امر کے جو ضابطہ فوجداری،1898 کی دفعہ 190 موجود ہو سوائے کسی مجسٹریٹ درجہ اول کی عدالت کے کوئی دیگر عدالت اس ایکٹ کے تحت کسی جرم کا مواخذہ کرے گی اور نہ ہی سماعت کرے گی۔

دفعہ 9۔جرائم میں دست اندازی کا طریقہ کار:

(Mode of taking cognizance of offences)

کوئی عدالت اس ایکٹ کے تحت کسی جرم میں دست اندازی نہیں کرے گی۔

سوائے یونین کونسل کی شکایت پر اور اگر اس علاقہ میں کوئی یونین کونسل نہ ہو تو ایسے حاکم کی شکایت پر جسے صوبائی حکومت اس بارے میں مقرر کرے اور کسی صورت میں ایسا مواخذہ نہیں کیا جائے گا اگر اس تاریخ سے جس تاریخ کو کہ مبینہ جرم کا ارتکاب کیا گیا تھا، ایک سال کا عرصہ گزر چکا ہو۔

(پنجاب کی ترمیم[1]: دفعہ 9 میں الفاظ اور کوما "سوائے یونین کونسل کی شکایت پر اور اگر اس علاقہ میں کوئی یونین کونسل نہ ہو تو ایسے حاکم کی شکایت پر جسے صوبائی حکومت اس بارے میں مقرر کرے اور کسی صورت میں ایسا مواخذہ نہیں کیا جائے گا"، حذف کردیئے جائیں۔)

---

(1)بذریعہ پنجاب بندش بچگانہ شادی(ترمیمی)ایکٹ 2015(XII آف 2015)بتاریخ 18 مارچ 2015 تبدیل ہوا۔PLJ2015 پنجاب سٹیچو صفحہ نمبر 77۔

(پنجاب کی ترمیم[2]: متذکرہ قانون کی دفعہ 9 کو مندرجہ ذیل سے تبدیل کیا جائے گا:

9۔ جرم کی شنوائی اور ٹرائل۔ (1) ایک عائلی عدالت اُس وقت تک اس قانون کے تحت جرم کی شنوائی اور ٹرائل نہیں کرسکتی جب تک کہ یونین کونسل کی طرف سے شکایت موصول نہ ہو۔

(2)ایک عائلی عدالت بطور جوڈیشل مجسٹریٹ درجہ اول اپنے اختیارات استعمال کرتے ہوئے قانون ہذا کے تحت کسی بھی جرم کا ٹرائل فیملی کورٹ ایکٹ،1964(X X X V آف1964) کی دفعات کے تحت کرے گی۔")

دفعہ 10۔اس ایکٹ کے تحت جرائم کی ابتدائی تفتیش:

)Preliminary inquiries into offences under this Act(

کوئی عدالت جو اس ایکٹ کے تحت کسی جرم کا مواخذہ کر رہی ہو سوائے اس صورت کے کہ جب کہ ضابطہ فوجداری 1898 کی دفعہ 203 کے تحت استغاثہ خارج کردیا گیا ہو، وہ عدالت اس ضابطہ کی دفعہ 292 کے تحت یا بذات خود تفتیش کرے گی یا اپنے کسی ماتحت درجہ اول کے مجسٹریٹ کو تفتیش کرنے کی ہدایت کرے گی۔

دفعہ 11۔ مسلم عائلی قوانین آرڈیننس 1961 کے تحت یہ دفعہ حذف کردی گئی۔

دفعہ 12۔اس ایکٹ کی خلاف ورزی پر حکم امتناعی برائے ممانعت شادی جاری کرنے کا اختیار:

(Power to issue injunction prohibiting marriage in contravention of this Act)

(1) قطع نظر کسی امر کے جو اس کے برعکس اس ایکٹ میں موجود ہو۔ کسی استغاثہ کے موصول ہونے پر یا دیگر صورت سے اگر عدالت مطمئن ہو کہ اس ایکٹ کی خلاف ورزی کرتے ہوئے کوئی بچگانہ شادی قرار پائی۔ طے ہوئی ہے یا عنقریب منعقد ہونے والی ہے تو وہ اس ایکٹ کی دفعات 3,4,5 اور 6 میں مذکور افراد کے خلاف ایسی شادی کی ممانعت کیلئے حکم امتناعی جاری کرسکتی ہے۔

(2)ذیلی دفعہ (1) کے تحت کسی شخص کے خلاف حکم امتناعی جاری نہیں کیا جائے گا، جب تک ایسے شخص کو عدالت کی طرف سے پیشگی نوٹس جاری نہیں کردیا جاتا اور حکم امتناعی کے اجراء کے خلاف اس کا اظہار وجوہ کا موقع فراہم نہیں کردیا جاتا۔

(1)بذریعہ پنجاب ترمیمی آرڈیننس XXII بابت 1971ء حذف ہوئے۔

(2)بذریعہ پنجاب بندش بچگانہ شادی (ترمیمی) ایکٹ 2015 (XII آف 2015) بتاریخ 18 مارچ 2015 تبدیل ہوا۔ PLJ2015 پنجاب سٹیچو صفحہ نمبر 77۔

(3)عدالت خواہ اپنی تحریک پر یا کسی مظلوم کی فریاد پر ذیلی دفعہ (1) کے تحت جاری کردہ کوئی حکم فسخ کر سکتی ہے یا اسے تبدیل کر سکتی ہے۔

(4)ایسی کوئی درخواست موصول ہونے کی صورت میں عدالت سائل کو اپنے روبرو اصالتاً یا وکالتاً پیش ہونے کا بہ عجلت موقع فراہم کرے گی اور اگر عدالت ایسی کسی درخواست کو کلی یا جزوی طور پر نامنظور کردے تو ایسا کرنے کے وجودہ قلمبند کرے گی۔

(5)جو کوئی یہ علم رکھتے ہوئے کہ اس دفعہ کی ذیلی دفعہ (1) کے تحت اس کے خلاف حکم امتناعی جاری ہو چکا ہے ایسے حکم امتناعی کے خلاف ورزی کرے گا تو وہ تین ماہ کی حد تک دو میں سے کسی ایک طرح کی سزائے قید یا ایک ہزار روپیہ جرمانہ کا مستوجب ہوگا:۔

بشر طیکہ کوئی عورت قید کی مستوجب نہ ہوگی۔[1]

نابالغ/نابالغہ کے نکاح کے حوالے سے اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات:

نابالغ بچہ/بچی کا نکاح پاکستان کے رائج الوقت قوانین مسلم عائلی قوانین 1961ء اور قانون پابندی صغار ۱۹۲۹ء کے مطابق ممنوع ہے اور مسلم عائلی قوانین میں نکاح کے لئے لڑکے کے لئے کم از کم ۱۸ اور لڑکی کے لئے ۱۶ سال مقرر کی ہے۔ کونسل نے اپنے مختلف ادوار میں ملک کے رائج الوقت قوانین پر نظرثانی اور مختلف استفسارات کے جواب میں نابالغ کے نکاح کے حوالے سے سفارشات مرتب کی ہیں :

سب سے پہلے جسٹس تنزیل الرحمٰن کے دور مسند نشینی میں کونسل کو سی ایم ایل اے سیکریٹریٹ کا مراسلہ نومبر ۱۹۷۹ء کو اسلامی نظریاتی کونسل کو موصول ہوا۔ جس میں بالغ مرد اور عورتوں کے نکاح کے تعین کے مسئلہ کے حوالے سے استفسار کیا گیا تھا۔[2]

کونسل کا فیصلہ

استفسار پر کونسل نے اپنے اجلاس منعقدہ ۱۹ اگست ۱۹۸۰ء کو درج ذیل فیصلہ کیا :

(1) قمر زمان وٹو، مسز صائمہ شہزادہ، بندش بچگانہ شادی ایکٹ 1929ء، پاپولر لاء بک ہاؤس، لاہور 20-2019ء، ص 234

(2) سالانہ رپورٹ 81-1980 ص:138

"عائلی قوانین کے آرڈیننس کے تحت شادی کے لئے لڑکے کی عمر کم از کم ۱۸ سال اور لڑکیوں کے لئے ۱۶ سال مقرر کردی گئی ہے لہٰذا اس میں مزید ترمیم کی ضرورت نہیں، کونسل شادی کے لئے زیادہ سے زیادہ عمر کی قید ضروری نہیں سمجھتی۔(1)

مذکورہ بالا سفارش میں کونسل نے نکاح کی عمر کے حوالے سے رائج الوقت قانون کی تائید کی، جس کے مطابق نکاح کے لئے بلوغت لازمی ہے۔

کونسل میں دوبارہ غوروخوض

ڈاکٹر تنزیل الرحمن کے دور میں قانون پابندی نکاح صغار ۱۹۲۹ء کے قانون کو کونسل کے اجلاس مورخہ ۱۳ فروری 1983ء کو زیر غور لایا گیا۔ اجلاس میں عائلی قوانین مجریہ 1961ء کے بارے میں کونسل کی سابقہ ترامیم بھی زیر غور آئیں اور نکاح کے حوالے سے قانونی اور شرعی سن بلوغ کو بھی زیر غور لایا گیا۔(2)

کونسل کی سفارش

کونسل نے بالاتفاق رائے سے حسب ذیل سفارش منظور کی :

"مسئلہ زیر غور کے بارے میں کونسل اس سے پہلے ایک سفارش کر چکی ہے۔ اگر حکومت کے لئے سابقہ سفارش قابل قبول نہ ہو تو یہ امر انتہائی ضروری ہے کہ اگر لڑکا اور لڑکی شرعاً بالغ ہو جائیں تو قانون کے تحت مقررہ عمر کو پہنچنے سے پہلے ان کو بلدیاتی کونسل کے چیئرمین سے اجازت حاصل کرکے نکاح کی اجازت ہونی چاہئے۔(3)"

مذکورہ سفارش میں کونسل نے نکاح کے لئے شرعی بلوغت کو معیار بنایا البتہ رائج الوقت قانون کی عمر نہ ہونے کی صورت میں بلدیاتی کونسل کے چیئرمین کی اجازت کو مشروط قرار دیا۔

کونسل میں دوبارہ غوروخوض

ڈاکٹر محمد خالد مسعود کے دور مسند نشینی میں کونسل کے ۱۲۸ ویں اجلاس میں شادی بیاہ کی رسومات سے متعلق اخباری تراشوں پر غور کرتے ہوئے کونسل نے نابالغ کے نکاح کے حوالے سے درج ذیل سفارش کی :

---

(1) ایضاً، ص:139

(2) دسویں رپورٹ مسلم عائلی قوانین ص:71

(3) مسلم عائلی قوانین، ص۔71

سفارش:

کم عمر بچوں کی شادیوں کے حوالے سے یہ فیصلہ ہوا کہ اس پر پابندی نہیں لگانی چاہیئے، بعض حالات میں خود بچوں کی عزت و آبرو کے تحفظ کے لئے اس کی ضرورت ہوتی ہے، تاہم رخصتی قانون میں متعین کردہ عمر کے مطابق ہی ہونی چاہیئے اور اس موقع پر مرد و عورت دونوں کو حق دینا چاہیئے کہ وہ اس نکاح کے رد و قبول کا فیصلہ کر سکیں۔[1]

مذکورہ بالا سفارش میں کونسل نے نابالغ بچوں کے نکاح کو جائز قرار دیا تاہم ان کی رخصتی کو رائج قانون کی متعین کردہ عمر سے مشروط کر دیا۔

کونسل میں دوبارہ غور و خوض:

مولانا محمد خان شیرانی کے دور مسند نشینی میں وزارت مذہبی امور اسلام آباد نے اپنے مراسلہ مورخہ 27فروری 2012ء میں بچوں (کم عمر افراد) کی شادی کے امتناع کا ترمیمی بل ۲۰۰۹ء، کونسل کو رائے کے لیے ارسال کیا۔[2]

کونسل میں بحث۔

کونسل کے ۱۸۹ویں اجلاس میں اصل ایکٹ ۱۹۲۹ءاور ترمیمی بل ۲۰۰۹ء کی دفعات ۳، ۴، جن میں قرار دیا گیا ہے کہ کم عمر افراد کی شادی قابل تعزیر و قابل دست اندازی پولیس جرم ہے اور اس جرم میں مختلف سزائیں بھی مقرر کی گئی ہیں۔[3]

نیز شعبہ ریسرچ کی رائے بھی زیر غور آئی جس کے مطابق قرآن و سنت، اجماع امت، تعامل اور فقہاء کی تصریحات سے یہ بات بالکل واضح ہے کہ نابالغ/نابالغہ کا نکاح شرعی لحاظ سے درست ہے، اس کے خلاف قانون سازی بالکل ناقابل اعتبار ہے۔[4]

---

(1)سالانہ رپورٹ2007-08،ص:87

(2)سالانہ رپورٹ2012-13،ص:39

(3)ایضاً،ص: 39-40

(4)ایضاً،ص:191

اراکین کونسل نے متفقہ طور پر قرار دیا کہ کم عمر افراد کی شادی صحیح ہونے اور نکاح منعقد ہونے میں ازروئے شریعت کوئی قباحت اور ممانعت نہیں، اس لئے اس کو جرم قرار دینا کوئی معنی نہیں رکھتا۔ نیز کونسل نے امتناع ازدواج اطفال ترمیمی بل 2009ء مجموعی لحاظ سے غیر شرعی اور غیر اسلامی ہے۔[1]

کونسل کی سفارش

درج بالا آراء کی روشنی میں کونسل نے نابالغ کے نکاح کے حوالے سے درج ذیل سفارش کی :

”امتناع ازدواج اطفال ترمیم بل ۲۰۰۹ء مجموعی لحاظ سے غیر شرعی اور غیر اسلامی ہے۔ قرآن و سنت، اجماع امت اور فقہاء کرام کی تصریحات سے یہ بات بالکل واضح ہے کہ نابالغ/نابالغہ کا نکاح شرعی لحاظ سے درست ہے اس کے خلاف قانون سازی بالکل ناقابل اعتبار ہے اور ایسی قانون سازی کہ جس میں کم عمر افراد کی شادی کو ممنوع اور قابل تعزیر بھی قرار دیا گیا ہے، ایسی جسارت ہے کہ اس میں توہین رسالت کے ارتکاب کا شدید اندیشہ ہے کیوں کہ خود سرور عالم نبی کریم ﷺ نے ام المؤمنین حضرت عائشہؓ سے جب عقد فرمایا تو ان کی عمر صرف چھ سال تھی، لہٰذا اس قانون کی رو سے یہ عمل مبارک بھی ”العیاذ باللہ“ جرم کے زمرے میں آجائے گا جو کہ مسلمہ عقیدہ عصمت انبیاء کے خلاف ہونے کے ساتھ ساتھ توہین رسالت کو بھی مستلزم ہوگا۔[2]

کونسل میں دوبارہ غور وخوض

نابالغ کے نکاح کے مسئلہ کو مولانا محمد خان شیرانی کے دور مسند نشینی میں پھر غور و خوض میں لایا گیا۔ کونسل نے اپنے ۱۹۴ ویں اجلاس میں بچوں کی شادی کی ممانعت کا ایکٹ ۱۹۲۹ء کی دفعات ۴، ۵، ۶ کو زیر بحث لایا گیا جن میں کسی بچے کے ساتھ شادی کرنے والے بالغ مرد کے لئے سزا، بچے کی شادی انجام دینے کی سزا اور باپ اور ولی کے لئے سزا جس کا تعلق کسی بچے کی شادی سے ہو، شامل ہیں۔[3]

اراکین کی آراء۔

مولانا محمد ادریس سومرو، مفتی محمد ابراہیم قادری اور علامہ محمد یوسف اعوان نے رائے دی کہ بچوں کے نکاح کے جواز میں تو شک نہیں البتہ نتائج کے لحاظ سے اس کے مضر اثرات ہو سکتے ہیں، کیونکہ پہلے ادوار میں اپنے بڑوں کے کیے

(1)ایضاً، ص:40

(2)سالانہ رپورٹ2012-13، ص:94

(3)ایضاً، ص:146

ہوئے فیصلوں کا احترام ہوتا تھا اور ان کے کیے ہوئے نکاحوں کو تسلیم کیا جاتا تھا، اسی لیے آج کے دور میں یہ مسئلہ اہم اور قابل غور ہے۔ نیز آج کل بعض اوقات اولیاء کا کیا ہوا نکاح بچوں کے حق میں بہتر نہیں ہوتا یا اس میں مفاسد ہوتے ہیں اس لیے شرعی ادارے میں رہتے ہوئے اولیاء اور بچوں دونوں کو مد نظر رکھتے ہوئے کوئی فیصلہ کرنا چاہیے۔[1]

بحث و تمحیص کے بعد کونسل نے درج ذیل فیصلہ کیا :

سفارش :

شرعی طور پر نابالغ بچوں کے نکاح میں کوئی قباحت نہیں البتہ قبل از بلوغ رخصتی مفاسد سے خالی نہیں ہوتی، اس لیے رخصتی پر قانونی پابندی عائد کرنا ضروری ہے اور اس کی خلاف ورزی پر سزا عائد کرنا بھی ضروری ہے۔[2]

مذکورہ سفارش میں کونسل نے قبل از بلوغ رخصتی پر پابندی عائد کرتے ہوئے سزا تجویز کی۔

تجزیہ:

نابالغ کے نکاح کے حوالے سے کونسل نے رائج الوقت قوانین پر نظر ثانی کرتے ہوئے کئی دفعہ اپنی سفارشات پر نظر ثانی کی ہے جیسے ڈاکٹر تنزیل الرحمٰن کے دور میں کونسل نے نکاح کی عمر کے حوالے سے رائج الوقت قانون کی تائید کی جس کے مطابق نکاح کی عمر لڑکے کے لیے ۱۸ اور لڑکی کے لیے ۱۶ برس ہے تاہم بعد ازاں مذکورہ دور میں کونسل نے نکاح کے لیے شرعی بلوغت کو معیار بنایا۔ البتہ رائج الوقت قانون کی عمر نہ ہونے کی صورت میں بلدیاتی کونسل کے چیئرمین کی اجازت کو مشروط قرار دیا۔ پھر ڈاکٹر محمد خالد مسعود کے دور میں کونسل نے نابالغ بچوں کا نکاح جائز قرار دیا تاہم اس کی رخصتی کو رائج قانون کی متعین کردہ عمر سے مشروط کر دیا۔ پھر مولانا محمد خان شیرانی کے دور میں کونسل نے نابالغ کے نکاح کو مطلقاً جائز قرار دیا اور اس کے خلاف قانون سازی کو غیر شرعی اور غیر اسلامی قرار دیا۔ تاہم قبل از بلوغ رخصتی پر پابندی عائد کرتے ہوئے سزا تجویز کی۔

فقہاء کی اکثریت کے نزدیک نابالغ بچوں کا نکاح جائز ہے۔ ابن رشد بدایۃ المجتہد میں لکھتے ہیں:

"واجمعوا على ان الاب يجبر ابنه الصغير على النكاح وكذالک ابنته الصغيرة البكر"[3]

فقہاء کا اتفاق ہے کہ باپ اپنے نابالغ لڑکے اور نابالغ کنواری لڑکی پر نکاح کا جبر کر سکتا ہے۔

---

(1) سالانہ رپورٹ 2013-14، ص: 142-143

(2) سالانہ رپورٹ 2013-14، ص: 180

(3) ابن رشد الحفید، ابالولید محمد بن احمد القرطبیؒ (م 595ھ) بدایۃ المجتہد ونھایۃ المقتصد، الباب الثانی فی موجبات صحۃ النکاح، مکتبہ، دار الحدیث، قاہرہ، 1424ھ/2004ء ج 3، ص 34

فقہاء کے ایک قلیل گروہ کے نزدیک نابالغ بچہ /بچی کا نکاح جائز نہیں ہے۔

المسبوط میں امام سرخسی لکھتے ہیں:

"یقول ابن شبرمه وابوبکر الاصم انه یتزوج الصغیر و الصغیرة حتی یبلغا لقوله تعالیٰ حتیٰ اذا بلغو النکاح فلوجاز التزویج قبل البلوغ لم یکن لهذا فائدة"(1)

ابن شبرمہ اور ابو بکر الاصم کی رائے ہے کہ نابالغ بچہ /بچی کا نکاح بلوغت سے پہلے نہ کیا جائے کیونکہ اگر بلوغت سے پہلے نابالغ بچہ /بچی کا نکاح جائز ہوتا تو قرآن کریم میں "حتی اذا بلغوا النکاح" کے لفظ کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔

مشہور تابعی امام جابر بن زید کے نزدیک بھی نابالغ بچہ /بچی کا نکاح جائز نہیں۔

"عن الامام جابرانه کان لایجیز تزویج الصبیان، ویری ان تزویج النبی عائشة هو من خصوصیاته"(2)

امام جابر بن زید نابالغ بچوں کے نکاح کو جائز نہیں قرار دیتے تھے اور ان کے نزدیک رسول اللہ ﷺ کا سیدہ عائشہؓ سے نکاح رسول اللہ ﷺ کی خصوصیات میں سے ہے۔

خلاصہ

اس بحث سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ مختلف ادوار میں شادی کے بارے میں قوانین میں تبدیلیاں ہوتی رہی ہیں اور اسلامی نظریاتی کونسل نے بھی اپنی تجاویز دی وئی ہیں۔ مقالہ نگاران کی رائے میں نابالغ لڑکے اور لڑکی کے ولی کو ان کے نکاح کرنے کی شرعاً اجازت ہے اس لیے اس حوالے سے اسلامی نظریاتی کونسل کی یہ سفارش شریعت اسلامیہ کے موافق ہے کہ نابالغ بچے یا بچی کا نکاح مطلقا جائز ہے البتہ رخصتی کے لیے لڑکی/لڑکا جب اس ذمہ داری کو عملی طور پر نبھا سکیں اس وقت رخصتی ہونی چاہیے اور اگر اس سے پہلے رخصی کی جائے تو اس سلسلہ میں قانون سازی کی جاسکتی ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

(1) السرخسی، محمد بن احمد بن ابی سہل (م483ھ) المبسوط، باب النکاح الصغیر والصغیرة، مکتبہ دار المعرفہ، بیروت 1414ھ/1993ء، ج4، ص212

(2) یحییٰ محمد بکوش، فقہ الامام جابر بن زید، ص371